تذکرۃ المحدّثین

امام دارقطنی

ولادت ۳۰۶ھ وفات ۳۸۵ھ

نام علی بن عمر بن احمد کنیت ابوالحسن

۳۰۶ھ میں بغداد کے محلّہ دارقطن میں پیدا ہوئے۔ اسی کی نسبت سے دارقطنی کہلائے

اساتذہ وشیوخ:

اساتذہ وشیوخ کی فہرست طویل ہے۔

بعض مشہور اساتذہ وشیوخ کے نام درج ذیل ہیں:

قاضی ابراہیم بن حماد، ابوبکر بن ابی داؤد سجستانی، ابوعلی محمد بن سلیمان مالکی، ابوطالب احمد بن نصر۔

تلامذہ:

آپ کے تلامذہ و مستفیدین کا حلقہ بھی بہت وسیع ہے۔

بعض مشہور تلامذہ یہ ہیں:

ابوبکر احمد بن محمد برقانی، ابوحامد اسفرائنی، ابونعیم اصفہانی صاحب حلیۃ الاولیاء، ابوعبداللہ حاکم صاحب المستدرک، حافظ منذری صاحب ترغیب وترہیب وغیرہ۔

طلب حدیث کے لیے سفر:

امام دارقطنی کو علم وفن خصوصاً حدیث نبوی سے غیر معمولی شغف تھا۔ اس لیے اس کی تحصیل کے لیے بغداد، کوفہ، بصرہ، واسط اور مصر کا سفر کیا اور ان مقامات پر نامور علمائے حدیث سے

اکتساب فیض کیا۔ (تذکرۃ الحفاظ)

علمی مرتبہ:

حفظ و ضبط، ثقاہت و عدالت میں بے نظیر تھے۔ اور علمائے سیر و رجال نے ان کی ثقاہت و عدالت اور حفظ و ضبط کا اعتراف کیا ہے اور ان کو الحافظ الکبیر، الحافظ المشہور اور حافظ الزمان کے القاب سے یاد کیا ہے۔

دیگر علوم:

حدیث آپ کا خاص موضوع تھا۔ اس کے علاوہ تفسیر، فقہ، اصول فقہ، ادب، لغت، عربیت اور تاریخ کے ماہر تھے۔ علل اور اسماء الرجال میں آپ کے پایہ کا اور کوئی محدث نہیں گزرا۔ جرح و تعدیل کے فن میں امام تھے۔ ان کا شمار مشہور نقادانِ حدیث میں کیا جاتا ہے اور ائمۂ فن نے ان کے اس کمال کا اعتراف کیا ہے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ:

"امام کی عظمت دیکھنی ہو تو ان کی علل کا مطالعہ کرو" (تذکرۃ الحفاظ)

امام ابو بکر خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ:

"احادیث و آثار، علل حدیث، اسماء الرجال اور احوال رواۃ کا علم ان پر ختم ہو گیا تھا"۔ (تاریخ بغداد)

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

"احادیث پر نظر اور علل و انتقاد کے اعتبار سے وہ نہایت عمدہ تھے اور اپنے دور میں فن اسماء الرجال علل و جرح و تعدیل کے امام اور فن درایت میں مکمل دستگاہ رکھتے تھے۔ (البدایہ والنہایہ)

امام صاحب کی شہرت کا سبب بھی روایت و درایت میں مہارت اور علل کی معرفت کی وجہ سے ہے اور علمائے سیر کا اس پر اتفاق ہے کہ:

"وہ حدیث میں یکتائے روزگار، عجوبۂ دہر اور امام فن تھے اور صحیح معنوں میں امیر المؤمنین فی الحدیث تھے۔

زہد و ورع:

زہد و ورع اور تقوٰی میں بے مثال تھے اور دین کے معاملہ میں کسی مصلحت، نرمی اور

مداہنت کو پسند نہیں کرتے تھے۔

وُہ بڑے صحیح العقیدہ تھے۔ مذہبی اور اعتقادی مسائل میں ان کا مسلک وہی تھا جو اہل سنت والجماعت کا ہے۔ خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ:

"وُہ فہم وفراست، حفظ وذکاوت، صدق و دیانت اور ثقاہت وعدالت وغیرہ اوصاف کی طرح صحت اعتقاد اور سلامتی مذہب سے بھی متصف تھے۔"

(تاریخ بغداد، ج ۱۲ ص ۳۴)

وفات:

۸۔ ذی قعدہ ۳۸۵ھ کو ان کی وفات ہوئی اور آپ کے مشہور شاگرد امام ابو حامد السفرائنی نے نماز جنازہ پڑھائی۔

تصنیفات:

امام صاحب کی تصانیف کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ آپ کی تصانیف زیادہ تر حدیث اصول حدیث اور رجال کے موضوع پر تھیں مگر اب زیادہ تر نایاب ہیں۔ یہاں آپ کی مشہور کتاب سنن دارقطنی کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔ سنن دارقطنی آپ کی شہرۂ آفاق تصنیف ہے۔

سنن دارقطنی کی اہمیت اور کتب حدیث میں اس کا درجہ:

صحاح ستہ کے بعد جو کتابیں شہرت وقبول اور وثوق واعتبار کے لحاظ سے ممتاز اور اہم مانی جاتی ہیں۔ ان میں سنن دارقطنی کا نام بھی آتا ہے۔ بعض اہل علم نے اس کو صحاح ستہ کے ہم پایہ قرار دیا ہے۔

صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں:

"فن حدیث میں بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں، مگر علمائے سلف وخلف کا اتفاق ہے کہ قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ صحیح اور معتبر کتاب صحیح بخاری ہے، پھر صحیح مسلم اور مؤطا امام مالک ہیں۔ اس کے بعد امام ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دارقطنی کی کتابوں اور مشہور مسانید کا درجہ ہے۔"

(کشف الظنون ج ۱ ص ۴۲۶)

صحاح ستہ میں تمام حدیثوں کا حصر واستقصا نہیں ہے۔ ان کے علاوہ جو کتابیں صحیح اور

مستند حدیثوں کے لیے مشہور خیال کی جاتی ہیں۔ ان میں سنن دارقطنی کا نام سرفہرست ہے۔

علامہ ابن صلاح فرماتے ہیں:

"صحیحین پر وہ صحیح اضافے مقبول ہیں جن کو امام ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن خزیمہ اور دارقطنی وغیرہ میں سے کسی نے اپنی مشہور و معتبر کتاب میں بیان کیا ہو، اور اس کی صحت کی تصریح کی ہو" (مقدمہ ابن صلاح ص ۱۱)

یہی خیال علامہ نووی اور امام سیوطی کا بھی ہے اور انہوں نے صحاح اور مستند کتب حدیث کی طرح سنن دارقطنی کی حدیثوں کی بھی تخریج کی ہے۔ (تدریب الراوی ص ۳۰، ۳۱)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) نے سنن دارقطنی کو حدیث کے تیسرے طبقہ کی کتابوں میں شمار کیا ہے۔ (عجالہ نافعہ ص ۵)

مگر اس میں ایک گونہ خصوصیت ضرور ہے کہ امام نووی اور سیوطی نے مصنفین صحاح ستہ کے بعد جن سات نامور محدثین کی تصنیفات کو عمدہ جامع اور نفع بخش بتایا ہے ان میں امام دارقطنی کا نام سرفہرست آتا ہے۔ (مقدمہ ابن صلاح ص ۱۹۲، تدریب الراوی ص ۲۰)

سنن دارقطنی چوتھی صدی ہجری کی ایک ایسی مشہور کتاب ہے جو بعض حیثیتوں سے صحاح ستہ کے بعد سب سے اہم کتاب ہے۔"

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

"دارقطنی کی سنن اس فن کی بہترین کتاب ہے" (البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۳۱۷)

سنن کی خصوصیت:

امام دارقطنی فن جرح و تعدیل کے امام تھے۔ علل اور رجال حدیث پر ان کی نظر بڑی گہری تھی اس لیے سنن نقد و جرح کے متعلق اقوال کا عمدہ اور مفید ذخیرہ ہے امام دارقطنی نے حدیثوں کے اکثر طرق اور اسانید بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان پر مفصل کلام کرکے ان کی قوت و ضعف کا فیصلہ حدیث کے درجہ و مرتبہ کا تعین، اس کے حسن، صحیح، مرفوع، مسند یا ضعیف و سقیم، موقوف، مرسل، غریب اور منکر ہونے کی تصریح اور ایک قسم کی متعدد حدیثوں میں مرجح اور اصح مافی الباب کی نشاندہی کی ہے۔ راویوں اور حدیثوں کے بیان کے فرق و اختلاف کی کمی بیشی، متابعت و عدم متابعت اور راوی کے متروک، مجہول، منکر، غیر ثابت، واضع، کذاب، سیئ الحفظ، مضطرب الحدیث اور ناقابل حجت ہونے

یا ثقہ وثابت قوی وحجت اور عادل وضابط ہونے کی تصریح، ان کے تفرد، دوسرے سے عدم ملاقات وعدم سماع، شک، اضطراب، اختلاط اور حدیث کے متن یا سند میں وہم وخطا پر مفصل کلام کیا ہے اور اس بارہ میں اہل علم اور ارباب فن کے اقوال بھی بیان کیے ہیں اس طرح جامع ترمذی کی طرح اس سے بھی حدیث کا صحیح، حسن اور ضعیف ہونا معلوم ہو جاتا ہے۔

علامہ ابن صلاح نے اس کی خصوصیت کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

"ونص الدارقطنی فی سننه علی کثیر من ذلك" (مقدمہ ابن صلاح ص۱)

"امام دارقطنی نے سنن میں اکثر حدیثوں کے حسن یا ضعیف ہونے کو واضح کر دیا ہے"

اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ امام صاحب نے راوی کے نام وکنیت، بلاد واماکن اور بعض مشکل وغریب الفاظ کی وضاحت اور تفسیری تشریح بھی کی ہیں۔

سنن کے حواشی، تعلیقات اور زوائد:

سنن دارقطنی کے ساتھ علمائے فن کے شغف واعتناء سے بھی اس کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔

علامہ بغوی، حافظ ابن حجر عسقلانی اور امام سیوطی رحمہم اللہ تعالیٰ نے سنن دارقطنی کی اپنے اپنے وقت میں خدمت کی ہے۔

ممتاز اہل حدیث عالم حضرت مولانا ابو الطیب شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی صاحب عون المعبود فی شرح ابی داؤد (م ۱۳۲۹ھ) نے سنن دارقطنی کی مختصر شرح اور تعلیق "المغنی" شرح دارقطنی کے نام سے لکھی ہے جو سنن کے ساتھ حاشیہ میں چھپی ہے۔ اس میں حدیثوں کی تحقیق وتنقید، ان کے علل، مصالح، مطالب اور بعض مشکل مقامات کو حل کیا گیا ہے اور ائمۂ فقہ واجتہاد کے مذاہب ومسالک، راوی کے ناموں، کنیتوں اور بلاد واماکن کی وضاحت اور لغوی وتفسیری مباحث پر بھی ان فنوں کی اہم کتابوں کے حوالہ سے بقدر ضرورت گفتگو کی گئی ہے۔ حواشی کے ابتداء میں سنن اور صاحب سنن کا تعارف، اس کے نسخوں اور مؤلف کتاب تک اپنی سند کا سلسلہ بیان کیا گیا ہے۔

(ہندوستان میں علمائے اہل حدیث کی علمی خدمات ص ۴۵)